پاکستانی نظام جمہوریت: اسلامی طرز سیاست سے مطابقت اور ٹھوس دلائل

گذشتہ کچھ عرصے سے انتہا پسند اور دہشتگرد تنظیمیں پاکستان کی جمہوریت کو کفریہ اور اسکے نظام سیاست کو غیر اسلامی قرار دے کر پراپیگنڈہ کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہیں۔ یہ پراپیگنڈہ دراصل دشمنوں کا آلہ کار بن کر ان علماء واکابرین کی مساعی اور جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کے مترادف ہے جنہوں نے اس ملک میں نظام اسلامی کے نفاذ کے لئے شرعی اور مذہبی طور پر خدمات سرانجام دی ہیں۔ شریعت کی رو سے دہشتگردوں کی جانب سے یہ بے جا تکفیر بازی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ انہی منافقین، خوارج اور دہشتگرد ٹولوں نے دوسرے مسائل کی طرح جمہوریت پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے، جس سے ہمارے اکابرین کی جدوجہد کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ ان کا مسئلہ صرف اختلاف رائے تک محدود نہیں ہے بلکہ انہوں نے حدود سے تجاوز کر کے جمہوریت کو کفر قرار دیا اور کوشش کی کہ عوام کو دہشتگردی کی ترغیب دی جائے، ذی شعور پاکستانیوں کو گمراہ کیا جائے اور ملک دشمنوں کا آلہ کار بنایا جائے تو پاکستان کے اسلامی جمہوری نظام اور نظریاتی سرحدوں کا دفاع ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی تناظر میں جمہوریت کی تعریف، اسلام میں جمہوریت کا تصور، اور پاکستان کے سیاسی نظام پر تفصیل سے بحث مندرجہ ذیل ہے:

اسلام میں جمہوریت کا تصور کیا ہے؟

اسلام میں جمہوریت کا تصور شوریٰ پر مبنی ہے۔ اس بارے میں **مولانا محمد اسحاق ملتانی** فرماتے ہیں کہ: "شوریٰ در حقیقت رائے عامہ کا اظہار ہے، **امام راغب اصفہانی** نے مفردات القرآن میں تصریح کی ہے کہ شوریٰ کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی رائے معلوم کی جائے، اور یہی اصول ہے جو موجودہ زمانے کے پارلیمانی نظام کی بنیاد ہے اور جس کی داغ بیل اسلام نے اس وقت ڈالی تھی جب کہ یورپ جمہوریت اور پارلیمنٹ کے مفہوم سے نا آشنا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ **"وشاورھم فی الامر"** یعنی حکومت کے معاملات میں نظام شوریٰ اختیار کیجئے"۔

اس حوالے سے **شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب** جمہوریت کے معنی بتاتے ہیں کہ: "جمہوریت کے معنی ہوئے ایسا نظام حکومت جس میں عوام یا عوامی رائے کو کسی نہ کسی شکل میں حکومت کی پالیسیاں طے کرنے کے لئے بنیاد بنایا گیا ہو۔ ویسے جمہوریت کی جامع ومانع تعریف میں بھی خود علماء سیاست کا اتنا زبردست اختلاف ہے کہ ایک تعریف دوسرے سے ملتی جلتی نہیں ہے، لیکن بحیثیت مجموعی جو مفہوم ہے وہ یہی ہے کہ اس سے ایسا نظام حکومت مراد ہے جس میں عوام کی رائے کو کسی نہ کسی شکل میں حکومت کی پالیسیاں طے کرنے کی بنیاد بنایا گیا ہو"۔

حضرت مفتی محمد شفیع نے اسلام ہی کو حقیقی جمہوریت کی بنیاد ڈالنے والا قرار دیا ہے۔ انکے مطابق **ابن کثیر** نے فرمایا کہ "مہمات مملکت میں مشورہ لینا واجب ہے۔ اسلام میں امیر کا انتخاب بھی مشورہ پر موقوف کر کے زمانہ جاہلیت کی شخصی بادشاہتوں کو ختم کیا ہے، جنھیں ریاست بطور وراثت کے ملتی تھی۔ اسلام نے سب سے پہلے اس کو ختم کر کے حقیقی جمہوریت کی بنیاد ڈالی، مگر مغربی جمہوریت کی طرح عوام کو ہر طرح کے اختیارات نہیں رہتے، اہل شوریٰ پر کچھ پابندیاں عائد فرمائی ہیں۔ اسی طرح اسلام کا نظام حکومت شخصی بادشاہت اور مغربی جمہوریت دونوں سے الگ ایک نہایت معتدل دستور ہے"۔

مصر کے **مشہور عالم اور محقق علامہ عبد القادر عودہ** نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی جمہوریت اور اکثریت کی رائے پر فیصلہ کرنے والا قرار دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں اس طریقہ پر عمل کیا، ان کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طریقے کو اپنایا، وہ یہ کہ جب کفار قریش جنگ کے سلسلے میں پوری تیاری کے ساتھ آکر انھوں نے احد کے پہاڑ کے قریب قیام کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا، تو مشورہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، کہ کیا باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے یا مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر مرد گلیوں کے باہر اور خواتین گھروں کے اوپر سے مقابلہ کریں، کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عبد اللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی، لیکن اصرار کے ساتھ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے واضع (موجد اور بانی) ہیں جنھوں نے یہ طریقہ وضع کیا کہ اکثریت کی رائے (یعنی جمہوریت) کو نافذ اور اس پر عمل کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت مجلس سے اٹھ کر گھر میں داخل ہوئے اور جنگی لباس پہن لیا، اور اقلیت واکثریت سب کی قیادت کرتے ہوئے باہر مقابلہ کے لئے نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کی رائے کو ترجیح دی اور اس کے مقابل اپنی خاص رائے کو ترک کیا، باوجود اس کے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی خاص رائے تھی، اور بعد کے نتائج سے بھی اس کا حق ہونا اور قابل اتباع ہونا معلوم ہوا۔"

کیا مغرب میں جمہوریت کے استعمال سے اسلامی ممالک میں اسکا نفاذ ناجائز ہے؟

دہشتگرد تنظیموں کی جانب سے یہ بیان کہ غیر مسلم ممالک میں جمہوریت کا رائج ہونا اسکے کفریہ نظام ہونے کی دلیل ہے، حقائق کے برعکس ہے۔ اس حوالے سے علماء کی یہ رائے ہے کہ اگر مغرب نے جمہوریت کو استعمال کیا ہے، تو پھر بھی صرف اس بنیاد پر اس کو کفر کہنا درست نہیں ہے۔ کتنی ہی چیزیں ہیں جو مغرب کی پیداوار اور ایجاد کردہ ہیں اور ان کو مسلمان نہ صرف استعمال کرتے ہیں، بلکہ ان سے دینی کام بھی سرانجام دیتے ہیں۔ **حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلوی** غزوہ خندق میں خندق کھودنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"خندق کھودنا یہ طریقہ عرب کا نہیں تھا بلکہ فارس کا طریقہ تھا، شاہان فارس میں سے سب سے پہلے منوچہر بن ایرج بن افریدون نے خندقیں کھود کر جنگ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اس طریق کو اختیار فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے طریقہ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے۔ اور علی ہذا کفار کے ایجاد کردہ آلات حرب کا استعمال بھی درست ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف میں منجنیق کا استعمال فرمایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محاصرہ تستر میں ابوموسی رضی اللہ عنہ کو منجنیق قائم کرنے کا حکم دیا، اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو منجنیق کا استعمال کیا۔ تو جمہوریت جو حصول اقتدار کا ایک طریقہ ہے، اگر یہ مغرب کی پیداوار بھی ہو تب بھی اس کو اپنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا، اور صرف اس بنا پر کہ یہ مغرب کا ایجاد ہے اس کو کفر سمجھنا درست نہیں ہو گا۔ جو حضرات جمہوریت کے مخالف ہیں، اُن کی ایک بڑی بنیادی غلط فہمی یہ ہے کہ انھوں نے پاکستان کی جمہوریت اور مغربی جمہوریت میں فرق کو ملحوظ نہیں رکھا ہے، دونوں کو ایک سمجھ کر دونوں پر ایک جیسا حکم لگایا، حالانکہ دونوں میں کئی اعتبار سے واضح فرق موجود ہے"۔

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ: "اسلامی تصور کی سب سے اہم بنیاد جسے اصل الاصول کہنا چاہیے، یہ ہے کہ اس کائنات پر اصل حاکمیت اللہ تبارک وتعالیٰ کو حاصل ہے، اور دنیا کے حکمران اس حاکمیت کے تابع ہی حکومت کرسکتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار ہی وہ بنیاد ہے جو اسلام کے تصور سیاست کو سیکولر جمہوریت سے بالکل الگ کر دیتی ہے۔ سیکولر جمہوریت میں عوام کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے پارلیمنٹ اتنی مختار مطلق ہے کہ وہ جو چاہے قانون منظور کرسکتی ہے"۔ لیکن ایسا پاکستان میں ممکن نہیں کیونکہ یہاں قانون سازی اسلامی اصولوں کے مطابق اسکی مقرر کردہ حدود میں رہ کر ہی کی جاسکتی ہے۔ اسی مقصد کیلئے آئین میں قراردادِ مقاصد کو شامل کیا گیا اور اسلامی نظریاتی کونسل بنا کر اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ ملک کا کوئی قانون اسلام اور قرآن وسنت کے منافی نہیں ہو گا۔

کیا اسلام نے ایک مسلم ریاست کیلئے کوئی مخصوص نظام سیاست فراہم کیا ہے کہ جس کو من وعن نافذ کیا جائے؟

مشہور مذہبی سکالر اور معروف عالم دین حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں: "اسلام کے سیاسی نظام کے بارے میں میری طالب علمانہ رائے ہے کہ قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے چند بنیادی اصول تو بیان کیے گئے ہیں جن سے ایک اسلامی حکومت کا دائرہ کار اور حدود کا تعین ہو جاتا ہے۔ لیکن سیاسی نظام کا کوئی ڈھانچہ قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے، اسے امت کی صوابدید پر ہر دور کے حالات کے تناظر اور ضروریات کے لئے اوپن چھوڑ دیا گیا، جو بہت بڑی حکمت کی بات ہے۔ قرآن پاک اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و عمل کے حوالے سے اسلامی حکومت کی تین بنیادی خصوصیات نظر آتی ہیں:

ا۔ حکومت کا قیام عوامی مرضی سے ہو گا۔

۲۔ خلیفہ کو استبدادی اختیارات حاصل نہیں ہوں گے، بلکہ وہ قرآن وسنت کے احکام کا پابند ہو گا۔

۳۔ قرآن وسنت کے صریح احکام کے مقابلہ میں عوامی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔

خلیفہ کے انتخاب کے طریق کار، حکومتی ڈھانچہ اور عوام کے احتساب کو عملی شکل دینے کے تمام امور حالات پر چھوڑ دیے گئے ہیں اور اس کے لئے ہر دور میں اس کے حالات اور ضروریات کے مطابق کوئی بھی طریق کار اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت کے چودہ سو سالہ تعامل میں مختلف طرز ہائے حکومت کو عوامی اور علمی حلقوں کی طرف سے جواز کا درجہ اور سند حاصل ہوتی رہی ہے۔" **(عصر حاضر میں اجتہاد چند فکری و عملی مباحث، مولانا زاہد الراشدی ص ۱۶۳۔۔۱۲۶، الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ، ط۲۰۰۸ء)**

اسی بات کی تائید کرتے ہوئے **شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی** فرماتے ہیں: "احکام سیاسی شرعی کے علم اور درس سے اور سیاست کے باب کے متعلق جو احکام قرآن وسنت میں مذکور ہیں، ان سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے حکومت کے لئے نہ کوئی خاص شکل وصورت متعین کی ہے، نہ تمام تفاصیل جزئیہ کے ساتھ کوئی طریقہ متعین کیا ہے، البتہ کچھ اصول، مبادی اور احکام کو وضع کیا ہے جن کی رعایت اور پابندی ہر زمانے اور علاقے میں ضروری ہے"۔

دہشتگرد تنظیموں کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہیں جمہوریت کے بارے میں چار غلط فہمیاں ہیں، جن پر انہوں نے اپنے نظریہ کی بنیاد قائم کر کے جمہوریت کے بارے میں مذکورہ رائے صادر کی ہے۔ وہ چار بنیادی باتیں یہ ہیں:

۱۔ اسلامی نظام کو خلافت میں منحصر سمجھنا، خلافت کے علاوہ ہر طریقہ کار اور نظام کو رد کرنا۔

۲۔ جمہوریت کی ایک خاص تعریف جو ایک انگریز نے کی ہے، صرف اسی کو مد نظر رکھ کر اس کی بنیاد پر جمہوریت اور اسلام کو متضاد سمجھنا، اور اس پر مزید مغربی جمہوریت اور پاکستان کی جمہوریت میں فرق ان کے سمجھ میں نہ آنا۔

۳۔ انتخاب امیر کو صرف شوریٰ کے طریقے میں منحصر سمجھنا، اور پھر اس کی بنیاد پر ووٹ کے طریقہ کار کو خلاف شریعت سمجھنا۔

۴۔ عملاً اسلامی نظام کو نافذ نہ کرنے کو کفر قرار دینا۔

مولانا محمد اسحاق باجوڑی، فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی واستاذ حدیث جامعہ انوار العلوم کراچی نے اپنی کتاب **"اسلام اور جمہوریت"** میں مدلل انداز میں ان چار باتوں کو غلط ثابت کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ خلافت اسلام کا ایک مثالی نظام ضرور ہے، لیکن اسلامی حکومت اور نظام اس میں منحصر نہیں ہے، جس کا ظاہری ثبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت ہے، جس کو علماء نے خلافت میں شمار نہیں کیا، لیکن اسلامی حکومت اور سلطنت ضرور قرار دیا ہے۔ اسی طرح مسلمان مفکرین اور مصنفین حضرات نے جمہوریت کی جو تعریف کی ہے، انگریز کی کردہ تعریف کے بجائے مسلمان مفکرین کی تعریف کو اگر

مد نظر رکھا جائے، تو پھر جمہوریت اسلام کے مقابل اور متضاد نہیں ہو گی۔ اسکے علاوہ مغربی جمہوریت اور پاکستان کی جمہوریت کے درمیان کئی وجوہات کی بنا پر فرق ہے۔ جہاں تک انتخاب خلیفہ وامیر کی بات ہے، تو فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ شوریٰ کے علاوہ دوسرے طریقے کار سے بھی انتخاب حاکم وامیر ہو سکتا ہے۔ جن میں ووٹ کا طریقہ کار بھی ہے، اس کو خلاف شرع قرار دینا درست نہیں ہے۔ اور اسلامی نظام عملاً نافذ نہ کرنا ایک بڑا گناہ اور فسق ضرور ہے، لیکن علماء کے نزدیک عمل نہ کرنے کو کفر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اسی بارے میں مفتی محمد رفیع عثمانی کا بیان ہے کہ:

"پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں ہے، آج بہت سے لوگوں کو یہ اشکال بھی ہوا کرتا ہے کہ جمہوریت تو اسلام میں نہیں ہے، پاکستان کو ہم جمہوری کیوں کہیں؟ ٹھیک ہے ہم جمہوری نہ کہیں تو اسلامی تو کہیں گے لیکن جمہوری کہنے میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ یہ مغربی جمہوریت تو نہیں ہے، یہ وہ جمہوریت ہے جو اللہ کے فضل وکرم سے اسلام، قرآن وسنت اور احکام الہی کے تابع ہے، قرار داد مقاصد کے تابع ہے۔"

(مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، تحریک پاکستان، یوم آزادی اور ہماری ذمہ داریاں، ص ۲۱، ۲۲)

پاکستان کے آئین کی اسلامی نظام سیاست سے مطابقت

اسلامی سیاسی نظام کی بنیاد توحید ہے، جس کی بنیاد پر حاکیت اعلیٰ صرف اللہ کو حاصل ہے۔ اور منتخب شدہ نمائندے اسلامی دائرہ کار میں رہ کر اللہ کی طرف سے عطا کردہ اختیارات کو استعمال کریں گے۔ یہی تصور پاکستان کی طرح دنیا کے تمام مسلمان ممالک کے دساتیر میں عیاں ہے۔ اسی طرح ہمارے آئین میں موجود قرارداد مقاصد بھی اللہ کی حاکیت اور اسکے نظام کے نفاذ کی عکاسی کرتی ہے۔ پاکستان کا سرکاری مذہب بھی اسلام ہے۔ چنانچہ ایک ایسا ملک جس کا آئین اسلامی ہے، نظام اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے، اسکے نظام سیاست کو غیر اسلامی اور کفریہ قرار دینا بذاتِ خود غیر اسلامی ہے۔ یہ طرز، اغیار کی سوچی سمجھی سازش ہے تاکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں انتشار پیدا کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (سورہ یوسف: آیت نمبر ۴۰) 'حاکیت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے'، یہ پاکستان کے اسلامی دستور کی وہ دفعہ ہے جس کے ذریعہ وہ لادینی جمہوریتوں سے ممتاز ہوتا ہے، لادینی جمہوریتوں میں اقتدار اور حاکیت کا سرچشمہ عوام ہے، لہذا اگر عوام کثرت رائے سے کوئی ایسا فیصلہ کرنا چاہیں جو اللہ کے احکام کے خلاف ہو، تو وہ کر سکتے ہیں لیکن اسلام میں حاکیت کا اصل حق اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں، اور انسان کو حکومت کا اختیار اس کی خلافت کے طور پر ملتا ہے۔ **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورہ البقرۃ: آیت نمبر ۳۰)** " میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ اس لئے انسان کو اللہ کے خلاف کوئی فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

اسی طرح علماء اور مذہبی جماعتوں کی کوششوں سے دستور میں اسمبلی کے ممبر کے لئے اچھے اوصاف کے حامل ہونے کی بڑی جامع شرائط آرٹیکل نمبر باسٹھ اور تریسٹھ میں وضع کی گئی ہیں۔ دستور میں تصریح ہے کہ جو مسلمان رکن اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلامی سے انحراف میں مشہور ہو یا وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نہ ہو، نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو، وہ سمجھدار، پارسا نہ ہو، فاسق ہو، ایماندار اور امین نہ ہو، وہ مجلس شوریٰ کا اہل نہیں ہو سکتا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع اس بارے میں تفصیل سے فرماتے ہیں: "خلافت راشدہ کے بعد کچھ طوائف الملوکی کا آغاز ہوا، مختلف خطوں میں مختلف امیر بنائے گئے ان میں سے کوئی بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں، ہاں کسی ملک یا قوم کا امیر خاص کہا جا سکتا ہے اور جب پوری دنیا کے مسلمانوں کا اجتماع کسی ایک فرد پر متعذر ہو گیا اور ہر ملک ہر قوم کا علیحدہ علیحدہ امیر بنانے کی رسم چل گئی تو مسلمانوں نے اس کا تقرر اسی اسلامی نظریہ کے تحت جاری رکھا کہ ملک کے مسلمانوں کی اکثریت جس کو امیر منتخب کرے وہ اس ملک کا امیر اولوالامر کہلائے، قرآن مجید کے ارشاد "**وامرھم شوری بینھم**" (**سورۃ الشوریٰ: آیت نمبر ۳۸**) کے عموم سے اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اسمبلیاں اسی طرز عمل کا ایک نمونہ ہے، فرق اتنا ہے کہ عام جمہوری ملکوں کی اسمبلیاں اور انکے ممبران بالکل آزاد و خود مختار ہیں، محض اپنی رائے سے جو چاہیں اچھا یا برا قانون بنا سکتے ہیں، اسلامی اسمبلی اور اس کے ممبران اور منتخب کردہ امیر سب مذکورہ اصول و قانون کے پابند ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اُن کو ملا ہے، اس اسمبلی یا مجلس شوریٰ کی ممبری کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں، اور جس شخص کو یہ منتخب کریں اس کے لئے بھی کچھ حدود و قیود ہیں، پھر ان کی قانون سازی بھی قرآن و سنت کے بیان کردہ اصول کے دائرہ میں ہو گی۔"

پاکستانی جمہوریت اجتہاد کی روشنی میں

قرآن و سنت میں صَراحتاً نظام حکومت کا کوئی خاص ڈھانچہ اور طریقہ کار متعین نہیں ہے، اور شریعت کا اصول ہے کہ جہاں قرآن و سنت میں کوئی حکم صریح طور پر نہ ملے تو اس کے بارے میں اجتہاد کی ضرورت پیش آئیگی۔ پاکستان کے نظام حکومت اور جمہوریت کے بارے میں علماء کرام کے اجتہادی عمل و سعی کے بارے میں مشہور **مذہبی سکالر اور معروف عالم دین مولانا زاہد الراشدی صاحب** یوں وضاحت فرماتے ہیں:

"اس پس منظر میں جب ہم اسلام کے سیاسی نظام کے حوالے سے جدید سیاسی تقاضوں کو اس کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے کے لئے اجتہادی ضروریات کا جائزہ لیتے ہیں اور پاکستان کے علماء کے طرز کو دیکھتے ہیں، تو ہمیں اطمینان ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سے صرف نظر نہیں کیا۔ کیوں کہ پاکستان کے قیام کے بعد

جب علماء کرام کے سامنے ایک نئی اسلامی ریاست کی بنیاد طے کرنے کا مرحلہ آیا تو یہ اجتہادی عمل اور اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع تھا۔ علمائے پاکستان نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کے نام قائم ہونے والی اس نئی مملکت میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور قرآن وسنت کی بالادستی کی شرط کے ساتھ عوام کے ووٹوں سے حکومت کے قیام کا اصول اختیار کیا جائے۔ عوام کے منتخب نمائندوں کے لئے اقتدار کا حق تسلیم کیا جائے، اور یہ بھی حتمی طور پر طے کیا جائے کہ تمام تر قانون سازی پارلیمنٹ کے ذریعے ہو گی۔ چنانچہ قرار داد مقاصد کے ساتھ ساتھ تمام مکاتب فکر کے ۳۱ سرکردہ علمائے کرام کے ۲۲ دستوری نکات اسی اجتہادی پیش رفت کا ثمرہ ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے علمائے کرام نے نظام حکومت کے بارے میں اجتہادی ضروریات کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ پھر قومی تاریخ کے ایک اور مرحلے کو بھی اس سلسلے میں رکھنا ضروری ہے، جب ۱۹۷۳ء کا دستور تشکیل پا رہا تھا، اس وقت دستور ساز اسمبلی میں مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ اور معتمد علماء اور سیاستدان بشمول علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع، مولانا مفتی محمودؒ، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، اور فخر المحدثین مولانا عبد الحق عوام کے منتخب نمائندوں کی صورت میں موجود تھے، جن کی مشاورت واشتراک کے ساتھ دستور تشکیل پایا۔ اس دستور کے نظریاتی حیثیت کا تعین، حکومتی ڈھانچے کی نوعیت کا فیصلہ، آج کے عالمی نظام اور جدید سیاسی تقاضوں کے ساتھ اس کی ایڈجسمنٹ کے راستے تلاش کرنا اور ان سب کے ساتھ قرآن وسنت کی بالادستی کے اصول کو بھی برقرار رکھنا بہت بڑا اجتہادی عمل تھا، جس میں ہمارے علمائے کرام پوری طرح سرخرو ہوئے، اور ایک ایسا دستور قوم کو فراہم کیا جس پر ملک کے تمام طبقوں کے ساتھ ساتھ روایتی دینی حلقوں کا بھی اتفاق ہے اور جدید سیاسی نظاموں کے ناگریز تقاضوں کی بھی نفی نہیں ہوئی ہے۔"

(عصر حاضر میں اجتہاد چند فکری وعملی مباحث، مولانا زاہد الراشدی ص ۱۶۳۔۔۔۱۲۶، الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ، ط ۲۰۰۸ء)

کیا الیکشن کا بائیکاٹ کرنا جائز ہے؟

مولانا تقی عثمانی کا کہنا ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے ووٹ کی حیثیت شہادت اور گواہی کی سی ہے، اور جس طرح جھوٹی گواہی دینا حرام اور ناجائز ہے۔ اسی طرح ضرورت کے موقع پر شہادت کو چھپانا بھی حرام ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ

"اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو شخص گواہی کو چھپائے، اس کا دل گناہ کار ہے۔" (سورۃ البقرۃ: آیت نمبر ۲۸۳)

وہ مزید فرماتے ہیں کہ ووٹ بھی بلاشبہ ایک شہادت ہے، قرآن وسنت کے یہ تمام احکام اس پر بھی جاری ہوتے ہیں، لہٰذا ووٹ کو محفوظ رکھنا دین داری کا تقاضا نہیں، اس کا زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یوں بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر شریف، دین دار اور معتدل مزاج کے لوگ انتخابات کے تمام معاملات سے بالکل یکسو ہو کر بیٹھ جائیں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ پورا میدان، شریروں، فتنہ پردازوں اور بے دین افراد کے

ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں، ایسی صورت میں کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ حکومت نیک اور اہلیت رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں آئے، اگر دین دار لوگ سیاست سے اتنے بے تعلق ہو کر رہ جائیں تو پھر انہیں ملک کی دینی اور اخلاقی تباہی کا شکوہ کرنے کا بھی کوئی حق نہیں پہنچتا، کیوں کہ اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے اور ان کے حکام کا سارا عذاب و ثواب ان ہی کی گردن پر ہو گا اور خود ان کی آنے والی نسلیں اس شر و فساد سے کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکیں گی جس پر بند باندھنے کی انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی۔

بعض لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ لاکھوں ووٹوں کے مقابلے میں ایک شخص کے ووٹ کی کیا حیثیت ہے؟ اگر وہ غلط استعمال بھی ہو جائے تو ملک و قوم کے مستقبل پر کیا اثر انداز ہو سکتا ہے؟ لیکن خوب سمجھ لیجیے کہ اول تو اگر ہر شخص ووٹ ڈالتے وقت یہی سوچنے لگے تو ظاہر ہے کہ پوری آبادی میں کوئی ایک ووٹ بھی صحیح استعمال نہیں ہو سکے گا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ ووٹوں کی گنتی کا جو نظام ہمارے یہاں رائج ہے اس میں ایک ووٹ بھی ملک و ملت کے لیے فیصلہ کن ثابت ہو سکتا ہے، اگر ایک بے دین، بدعقیدہ اور بد کردار امیدوار کے بیلٹ بکس میں صرف ایک ووٹ دوسرے سے زیادہ چلا جائے تو وہ کامیاب ہو کر پوری قوم پر مسلط ہو جائے گا۔ اس طرح بعض اوقات صرف ایک جاہل اور ان پڑھ انسان کی معمولی سی غفلت، بھول چوک یا بد دیانتی بھی پورے ملک کو تباہ کر سکتی ہے۔ اس لیے مروجہ نظام میں ایک ایک ووٹ قیمتی ہے اور یہ ہر فرد کا شرعی، اخلاقی، قومی اور ملی فریضہ ہے کہ وہ اپنے قیمتی ووٹ کو اتنی ہی توجہ اور اہمیت کے ساتھ استعمال کرے جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے۔ **(مولانا تقی عثمانی، "ووٹ کی اسلامی حیثیت"، ضبط و ترتیب محمد عبداللہ میمن، میمن اسلامک پبلشرز)**

حرف آخر

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ پاکستان کا موجودہ جمہوری نظام اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے اور یہ مغربی نظام حکومت سے مختلف ہے کیونکہ یہاں حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہی بنائے جاتے ہیں۔ اس لیے اس سیاسی نظام کو طاغوتی یا کفریہ قرار دینا ان دہشتگرد ٹولوں کے ناپاک عزائم کو ظاہر کرتا ہے جو سرحد پار دشمن عناصر کی ایماء پر اس مملکت اسلامی کو غیر مستحکم کرنے کی ناکام کوشش کرنے میں مصروف ہیں۔۔ اسی حوالے سے اس تحریر میں اسلام میں جمہوریت کا تصور، اور اسکی اسلامی طرز سیاست سے مطابقت پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ جمہوریت سے متعلقہ اعتراضات اور ان کا جواب مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق اسلامی نظامِ

سیاست کا ذکر اجتہاد کی روشنی میں کیا ہے۔ آخر میں الیکشن کے بائیکاٹ اور ووٹ نہ ڈالنے کے حوالے سے اسلامی رُو سے یہ بتایا گیا ہے کہ ووٹ دینا اسلام میں گواہی دینے کے مترادف ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔